بدیع الزماں سعید نورسی کی سیاسی جدوجہد

Political Efforts of Bediuzzaman Said Nursi

ڈاکٹر ذاکرہ پروین*

Abstract

The tendency of Said Nursi towards politics became evident when he started criticizing the views of British officials and even some Muslims against Holy Quran. He started a movement for the awareness of magnificence of Holy Quran and made impressive speeches on every important public event. He declared the divine book as a source of all wisdom which not only defines philosophy of natural phenomena but also unity and progress of nations. He was delighted of the movements of Syed Jamal-u-Din Afghani and Namiq Kamal. On account of his struggle to promote Islamic views and writing a great Tafseer of Quran, he was sent to madhouse and then to a secret prison by Sultan Abdul Hameed. When the British court took his trial as a rebellion, instead of apologizing, he faced it bravely and defended the claim which to his discharge.

Key Words: Nursi, Political Efforts

استاد بدیع الزماں سعید نورسی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز بیس برس کی عمر میں اُس وقت کیا تھا جب وہ ماردین کے صوبہ میں قیام پذیر تھے۔ یہاں قیام کے دوران انہوں نے ملک کے سیاسی حالات کا بغور جائزہ لیا تو بعض خرابیوں پر تند و تیز تنقید سے خود کو باز نہ رکھ سکے اور انتہائی بے باکی اور جرأت سے حکومتی کارندوں کو اس پر ٹوکا اور شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس پر ماردین کے گورنر نے انہیں اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے دو سپاہیوں کی زیر نگرانی حاکمِ بطلس کے پاس روانہ کر دیا۔ بطلس پہنچ کر یہاں کے گورنر سے استاد نورسی کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے اور وہ جلاوطنی کی صعوبتیں اُٹھانے کے بجائے باعزت طریقے سے گورنر کے گھر میں معزز مہمان کی حیثیت سے قیام پذیر ہو گئے۔ بطلس کے قیام کے زمانہ میں اپنے سیاسی شعور اور حالات حاضرہ سے باخبری کے پیش نظر اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ کرتے۔ ایک دن ان کے میزبان اور گورنر طاہر پاشا نے اخبار کی ایک اہم خبر کی طرف

---

*پی ایچ ڈی اسلامیات، جی سی یونی ورسٹی، فیصل آباد

اُن کی توجہ مبذول کرائی جس سے اُن کے دل میں زبردست انقلابی تحریک پیدا ہوئی۔ شکران واحدی استاد نورسی کے اس خبر کو پڑھنے اور اس کے ردّ عمل کے بارے میں لکھتی ہیں:

> "Then at that date, he suddenly learnt through the late Governor, Tahir Pasha, of Europe's dire and evil intentions towards the Quran. He heard that a British Secretary for the Colonies had even said in a newspaper: " So long as the Muslims have the Quran, we shall be unable to dominatee them. We must either take it from them, or make them lose their love of it." [1]

> "تب ایک روز انہیں گورنر طاہر پاشا کی زبانی معلوم ہوا کہ یورپ قرآن کے بارے میں شر انگیز خیالات رکھتا ہے۔ انہوں نے سنا کہ برطانوی وزیر نوآبادیات نے کہا ہے کہ "جب تک مسلمانوں کے پاس قرآن ہے، ہم ان پر غلبہ نہیں پاسکتے۔ ہمیں قرآن ان سے لازماً چھیننا ہوگا یا پھر قرآن سے ان کی محبت ختم کرانی ہوگی۔"

استاد نورسی برطانوی وزیر نوآبادیات گلیڈسٹون (William Gladstone) کا یہ بیان پڑھ کر ایک سچے مسلمان کی طرح بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور انہیں شدید غصہ آیا۔ وہ "بدیع الزمان" تھے ان کی صلاحیت واستعداد بھی برق رفتار تھی اور لطیف وحساس دل دردمند بھی رکھتے تھے، علوم ومعارف کے گنجینہ تھے، اخلاص وعرفان اور جسارت وجرأت جیسی اعلیٰ صفات کے حامل بھی تھے لہٰذا اس خبر سے ان کا شدید طور پر متاثر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ تب انہوں نے عزم کرلیا کہ "میں دنیا پر ثابت کردوں گا کہ قرآن ایک معنوی سورج ہے جو بجھ سکتا ہے اور نہ ہی بجھایا جاسکتا ہے۔" [2] اس کے بعد وہ حرکت میں آگئے اور اپنی تمام تر توجہ قرآن کے ایک معجزہ ہونے کو ثابت کرنے اور کافروں کے منہ پوری طرح بند کردینے پر صرف کرنے لگے۔ اُن دنوں کی استاد نورسی کی فکری استقامت کے متعلق ڈاکٹر رمضان بالجہ رقم طراز ہیں:

> "جب انہوں نے سنا کہ یورپ قرآن کے خلاف سازش کی تیاری کررہا ہے تو اُس کے بعد یکایک قرآن کی اس آیت {فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ} (یعنی اُن سے منہ پھیر لو) اس کے فرمان کو صحیح معنوں میں سنتے ہوئے ایک فکری انقلاب نے اُن کی سوچ اور اُن کی دلچسپیوں کو یکسر تبدیل کردیا۔ اُنہوں نے اپنے سیکھے ہوئے تمام علوم کو قرآن کو سمجھنے اور اُس کی حقیقتوں کو ثابت کرنے کے لیے ایک سیڑھی بنالیا۔ اب آخر کار اُن

---

[1] Sukran Vahide, Bediuzzaman Said Nursi, 47.

[2] Sukran Vahide, Bediuzzaman Said Nursi, 47.

کا واحد ہدف، علمی مقصد اور زندگی کا نچوڑ صرف اور صرف قرآن تھا اور قرآن کا ایک معجزہ ہونا ہی اُن کا رہبر تھا، اُن کا مرشد اور استاد تھا۔"[3]

استاد نورسی نے قرآن کی صداقتوں کو ثابت کرنے کے لیے اپنے علم و عمل کے ذریعے واضح کیا کہ قرآن کو علم اور ارتقاء کا سرچشمہ بنانا چاہیے۔ اس طرح یورپ اور غیر مسلموں کی طرف سے اس کی بے حرمتی اور اُمتِ مسلمہ کو بگاڑنے کی دیدہ و دانستہ کوششیں ناکام ہو کر رہ جائیں گی اور اس طریقے سے یورپ کے تعصب اور شر انگیز عزائم کا منہ توڑ جواب دیا جاسکے گا۔ استاد نورسی نے اس کے لیے دو ذرائع اختیار کیے ایک تو "مدرسۃ الزہراء" تھا جس کے قیام کی کوششیں انہیں سلطان عبد الحمید اور دربارِ عالیہ تک لے گئیں اور دوسرا ان کا "رسالہ نور" جو پہلی جنگ عظیم کے بعد "سعید الجدید" کے ظہور کا باعث بنا۔ اس زمانے میں وہ اپنے دور کے تمام اہم واقعات میں بھرپور شرکت کرتے رہے۔ انہوں نے سماجی اور سیاسی معاملات میں بھی بھرپور حصہ لیا، وہ انسانی علوم اور فلسفے میں خصوصی دلچسپی رکھتے تھے اور اس کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کیے ہوئے تھے۔ ان کا سیاسی شعور اوائل جوانی ہی میں پختہ ہو چکا تھا اور اپنے اردگرد کے ماحول اور اشیاء کے گہرے مشاہدے سے بھی استفادہ کرتے اور باریک بین و نکتہ رس ایسے تھے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی اور معمولی شے کو بھی نظر انداز نہ کرتے تھے۔ جوانی کے آغاز کے زمانے میں جب کہ وہ "تِلّو" میں ایک مزار میں قیام پذیر تھے تو ایک روز ان کا چھوٹا بھائی محمد اُن کے لیے کھانا لایا تو انہوں نے اُس کھانے کے ذرّات اِردگرد کی چیونٹیوں کو ڈال دیئے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ "کھانے کے ذرات چیونٹیوں کو کیوں دے رہے ہو" تو کہنے لگے: "میں نے ان میں معاشرتی حیات، تقسیم کار اور اپنے کام میں مہارت دیکھی ہے، اس لیے اُن کی جمہوریت پرستی کے بدلے (صلے) کے طور پر اُن کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"[4] تقریباً اسی زمانے میں جب وہ "ماردین" کی طرف عازم سفر تھے تو ان کی ملاقات دو طالب علموں سے ہوئی جن میں سے ایک سید جمال الدین افغانی اور دوسرا سنوسی تحریک سے منسلک تھا۔ پہلی دفعہ انہیں ان پیش رو انقلابیوں کے خیالات اور ان کی سیاسی و دینی دعوت کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ ماردین ہی کے قیام کے دوران میں اُنہوں نے حریت پسند تحریک کی حمایت اختیار کی جو اُس وقت تک وہاں زیادہ نہیں پھیلی تھی۔ ان کی انہی حرکات سے عاجز آکر ماردین کے کمشنر نادر بے نے انہیں محافظوں کی نگرانی میں بطلس کے گورنر کے پاس بھیج دیا تھا۔[5]

یہ بات قرین قیاس ہے کہ سب سے پہلے استاد نورسی جس شخص کے سبب سیاسی اعتبار سے بیدار ہوئے وہ جمال الدین افغانی ہی کا پیرو اور ان کی تحریک سے منسلک یہی طالب علم تھا۔ کیوں کہ بعد ازاں شیخ نورسی نے جس منصفانہ اور مساویانہ طرز سیاست کا ذکر کیا ہے اس سے دستوریت کی حریت پسندانہ اقدار کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ درحقیقت جمال الدین افغانی ہی تھے جنہوں نے اسلامی دنیا میں دستوری حکومت اور مطلق حکمرانی پر تحدید کے تصورات کو اس زمانے میں سب سے پہلے متعارف کرایا۔ افغانی نے انہی تصورات کی بنا پر مسلمانوں کی ترقی کی خاطر اور یورپی استعماریت کی روک تھام کے لیے جدوجہد کی تحریک شروع کی

---

[3] ڈاکٹر رمضان بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار- بدیع الزمان سعید نورسی، (کرنل (ر) مسعود اختر شیخ)، ۵۳

[4] ابالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۵۳

[5] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۴۲

تھی۔ استاد نورسی کی اس زمانے کی تصنیفات میں افغانی کی اسلامی اخوت اور پان اسلام ازم کے حوالے سے جمال الدین افغانی کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۰۹ء میں انہوں نے اپنے کورٹ مارشل کے مقدمہ کے دوران میں اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا تھا:

" My predecessors in this matter are Shaykh Jamal al-Din Afgani, the great scholar and Mufti of Egypt Muhammad Abduh, the extremist scholar Ali Suavi, Hoja Tahsin, and Namik Kemal who took Islamic Unity as his aim." [6]

"اس اسلامی اخوت میں جمال الدین افغانی، مفتی مصر محمد عبدہ، انتہاپسند دانش ور علی سعاوی آفندی، ہوجا تحسین آفندی، نامق کمال بے اور سلطان سلیم میرے پیش روہیں۔"

وان کے قیام کے زمانے میں وہ مختلف قبائل کے مابین دشمنیوں کے واقعات میں مداخلت کر کے ان کے درمیان اکثر مصالحت کرادیتے تھے۔ اس کی روشن مثال ارتوشی قبیلے کی گراوی برانچ کے سردار شکر آغا اور میران قبیلے کے سردار مصطفی پاشا کے درمیان نسل در نسل دشمنی کو انہوں نے ان کی کوششوں سے صلح میں تبدیل کرادینے کی ہے۔ دریں حال آنکہ اس سے قبل سرکاری طور پر گورنر بھی ان کے درمیان میں صلح کرانے میں ناکام رہا تھا۔[7] ماردین کے قیام کے زمانے میں وہ سیاسی اعتبار سے بیدار ہو چکے تھے اور دنیائے اسلام کے تمام بڑے بڑے مسائل سے آگاہ ہو چکے تھے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ وہ ترکی کے نہایت حساس اور قومی شاعر نامق کمال اور اس کے سیاسی و ملی افکار سے متعارف ہوئے۔ ۱۹۱۳ء میں ان کی کتاب "مناظرات" شائع ہوئی جس میں انہوں نے نامق کمال سے اپنی ملاقات اور ارادت مندی کا اظہار کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"Sixteen years before the (Constitutional) Revolution, I encountered in the region of Mardin a person who guided me to the truth; he showed me the just and equitable way in ploitics. Also at that time, I was awakened by the Famous Kemal's Dream." [8]

"دستوری انقلاب کے سولہ سال بعد مجھے ماردین کے علاقے میں ایک شخص ملا جس نے صداقت کی طرف میری رہنمائی کی، اس نے مجھے سیاست میں منصفانہ اور مساویانہ راستہ دکھایا، مجھے شہرۂ آفاق کمال کے "خواب" سے آگاہی ہوئی۔"

نامق کمال انیسویں صدی میں شروع ہونے والی "نوجوان ترک تحریک" کے بانیوں میں سے ایک تھا۔ اس نے اپنی ایک کتاب "رؤیا" میں اپنی اس تحریک کے بنیادی مقصد کو واضح کیا ہے۔ نامق کمال کی یہی کتاب استاد نورسی نے پڑھی تھی جس سے ان

---

[6] Sukran Vahide, Bediuzzaman Said Nursi, 34

[7] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۵۰،۴۹

[8] Sukran Vahide, Bediuzzaman Said Nursi, 32

کے سیاسی شعور کی بیداری عمل میں آئی۔ نامق کی اس کتاب کا اسلوب یہ تھا کہ اس میں آزادی کا نمائندہ قوم سے مخاطب ہوتا ہے اور بادلوں سے نمودار ہونے والی پریوں کی طرح خوب صورت آزادی کی یہ علامت جبر واستبداد سے آزادی کے حصول کے لیے تلقین کرتی ہے اور قوم، ترقی اور وطن کی خوش حالی کے لیے مسلسل وپیہم کوشش کرتے رہنے کی تاکید کرتی ہے۔ پھر وہ مستقبل کے ایک ایسے سماج اور وطن کا خاکہ پیش کرتی ہے جو ہر لحاظ سے آزاد وخود مختار، ہنر مند وتعلیم یافتہ اور انصاف پسند ہے۔ اس سے استاد نورسی کو دستوری حکومت کے لیے شروع کی جانے والی اس تحریک سے آگاہی ہوئی اور انہوں نے جانا کہ اسلام حریت کا علم بردار ہے اور یہ کہ حریت ترقی واتحاد کے لیے نہایت ضروری ہے۔ مزید یہ کہ مطلق العنانی، جبر و استبداد، ظلم وجور، سلطنتِ عثمانیہ کی داخلی وخارجی ابتری اور باہمی انتشار اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

استنبول میں وُرود اور دورِ ابتلاء کا آغاز

ستاد نورسی نومبر ۱۹۰۷ء میں اپنی اسلامی اور جدید علوم کی یونیورسٹی "مدرسۃ الزہراء" کے قیام کے لیے حکومتی حمایت وامداد کی غرض سے استانبول آئے۔ اب عمر کے اعتبار سے بھی وہ تین دہائیوں سے آگے بڑھ چکے تھے اور ان کا شعور پختہ تر ہو چکا تھا اور اہل علم میں بھی ان کے علم وفضل اور غیر معمولی صلاحیتوں کی خوب شہرت ہو چکی تھی۔ وہ ہمیشہ تازہ، نئی اور بہتر راہوں کے متلاشی رہے تھے، فکر و نظر کی وسعت نے ان کے افکار و نظریات کو جلا بخشی تھی۔ ان کے گہرے اور عمیق مطالعہ نے ان پر واضح کیا تھا کہ قرآن اور اسلام سچے علم اور ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ دستوری حکومت کے لیے جدوجہد، اسلامی اتحاد کے لیے تحریک اور دنیائے اسلام کے مختلف مسائل کا ادراک بھی انہیں بخوبی ہو چکا تھا۔ لیکن سب سے اہم واقعہ جس نے ان کی زندگی پر دوررس اثرات مرتب کیے وہ وان میں حکومتی عمال سے ان کا ربط و تعلق تھا جس سے انہیں اس بات کا علم ہوا کہ "تنظیمات" کی مغربیت اور لادینیت (سیکولرازم) کی اپروچ نے خلافتِ عثمانیہ کے تعلیم یافتہ طبقہ کی سوچ اور نظریات کو کس حد تک متاثر کر دیا ہے۔ جس کے تابع اسلام کے بارے میں بہت سے شکوک وشبہات ان کے اذہان میں جگہ بنا چکے ہیں۔ مغربی افکار کے زیر اثر بعض دانش وروں نے اسلام کو سلطنت کے زوال وانحطاط اور تنزلی کا ذمہ دار گردانا شروع کر دیا ہے۔ انہی اسباب کی بنا پر استاد نورسی کو مدرسہ کی تعلیم میں اصلاحات کی فوری ضرورت اور جدید علوم کی اہمیت اور قدیم وجدید علوم کو عصری تقاضوں کے ہم آہنگ کرنے کی اہمیت سے آگاہی حاصل ہوئی۔

استانبول میں وُرود کے بعد استاد نورسی نے ہر علم وفن اور دینی، سیاسی، سماجی ومعاشرتی اور اقتصادی مسائل سے متعلقہ سوالات کے جوابات دینے کا سلسلہ جاری رکھا۔ شکرجی سرائے میں مسلسل کئی دنوں تک جاری رہنے والے سوال وجواب کے سلسلے نے بعض کاسہ لیسوں اور شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں نے سلطان عبد الحمید کے کان بھرے کہ ہر سوال کا جواب دینے والا شخص محض پاگل ہی ہو سکتا ہے، آخر انہیں پاگل خانے بھجوا کر ہی چھوڑا۔ استانبول کے توپ تاشی پاگل خانے میں داخل ہونے کے بعد استاد سعید نورسی نے پاگل خانے کے ڈاکٹر کے سامنے عثمانی ترکوں کے تعلیمی میدان میں پس ماندگی کے اسباب ووجوہ بیان کرتے ہوئے کہا:

"ترقی کے اس زمانے میں اسلام جو بذات خود حقیقی تمدن ہے، مغربی تہذیب و تمدن کی نسبت پیچھے رہ گیا ہے۔ اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ تین بڑے شعبوں، یعنی اہل مدارس، اہل مکاتب اور خانقاہوں کے مالک اُن مختلف مآخذ پر پرورش پاتے رہے ہیں جو ایک دوسرے کے متضاد افکار پر مبنی ہیں۔"[9]

استاد نورسی نے بڑی شرح وبسط سے اُمت مسلمہ، سلطنت عثمانیہ اور ترک ملت کو درپیش تمام تر مسائل، چیلنجز اور مصائب ومشکلات کا نہایت شان دار تجزیہ کیا اور ان کا شرعی، قانونی، سیاسی، سائنسی اور تکنیکی حل پیش کیا۔ اُن کی دانشوارانہ، مدلل اور پراز حکمت گفت گو سن کر ڈاکٹر حیران وششدر رہ گیا اور سمجھ گیا کہ یہ شخص تعلیم کا کتنا عاشق، کس قدر وطن پرست اور کتنی بے نظیر ذہانت وفطانت کا حامل ہے۔ چنانچہ اُس نے ایک رپورٹ مرتب کر کے صدرِ اعظم کے دفتر ارسال کی جس میں اُس نے لکھا: "آج تک استانبول میں آنے والے لوگوں میں ایسی ذہانت کا مالک اور مسائل کی گہرائی تک پہنچ کر اُنہیں سمجھنے والا نادر جہاں نہیں ملا۔"[10] ڈاکٹر کی اس رپورٹ سے شاہی منتظم گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئے اور انہیں فوراً پاگل خانے سے جیل منتقل کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ اس کے ساتھ ہی انہیں استانبول سے دور دراز علاقے میں منتقل کرنے کی تدابیر کی جانے لگیں۔ اس کے بعد انہیں تحریص وترغیب کے جال میں پھانسنے کی کوششیں کی گئیں اور مراعات وسہولیات اور وظائف کے نام پر رشوت تک پیش کی گئی۔ لیکن انہوں نے تمام تر پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور اپنے طے شدہ مشن پر گامزن رہنے کے عزم پر جزم کا اظہار کرتے رہے۔ آخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور جیل خانے کی ظالمانہ قید سے سیاسی معافی کی رُو سے آزاد کر دیئے گئے۔

انہی دنوں استانبول میں ایک طرح کی ابتری پھیل گئی اور لوگوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ ظلم وجور اور استبدادی ہتھکنڈوں نے عوام میں قدامت پسندانہ رُجحانات کی جگہ ترقی پسندی اور جدیدیت نے اپنے لیے مقام بنانا شروع کر دیا تھا۔ لوگوں میں اب اسلام، قومی اور معنوی اقدار کے خلاف ایک راستے پر چل نکلنے کا رُجحان پیدا ہوتا نظر آرہا تھا۔ استاد نورسی نے جیل سے آزادی کو مشروطیت کے اس پیمانے کے اعتبار سے قبول کیا تھا کہ یہ شریعت کے موافق ہو گی، انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ اس نئی رو کو قرآن کے علوم ومعارف کی طرف پھیر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے ایک طرف تو وہ اخبارات اور رسالوں میں مقالے شائع کرواتے اور دوسری طرف مختلف مقامی تقریبات کے دوران، تفریح گاہوں، افتتاحی جلسوں، کانفرنسوں اور پارکوں میں عوام کے چھوٹے بڑے اجتماعات میں لیکچر زدیتے رہے۔

قیدوبند اور رہائی

ستاد نورسی نے تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ وہ نہ صرف ایک باعمل عالم دین اور صاحب کشف صوفی تھے بلکہ جدید علوم وفنون سے بھی بہرہ مند تھے۔ انہوں نے جدید ذہن کے پیش نظر جدید مسائل کے حل پر متعدد مقالات تحریر کیے۔ دین وسیاست اور فلسفہ وسائنس میں امتزاج پیدا کرنے کی کوشش کی اور دین کے مسلمات کو عقل سے ثابت کیا جس پر انہیں جدت پسندوں اور کمالسٹوں کی شدید مخالفت، جبر وتشدد اور قیدوبند کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن یہ صعوبتیں ان کے پایہء استقلال میں لغزش پیدا کرنے میں ناکام رہیں۔ اِنہی دنوں میں اتحاد اور ترقی پارٹی (انجمن اتحاد ترقی) کی طرف سے

---

[9] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۵۳

[10] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۶۱

نئے دستور کے اعلان کے ذریعے ترتیب دیئے جانے والے جلسوں میں استاد نورسی نے متعدد مرتبہ بطورِ مقرر شرکت کی۔ اسی سلسلے میں انہوں نے اپنی پہلی تقریر ۱۱ جولائی ۱۹۰۸ء کو استانبول میں کی۔ بعد ازاں وہی تقریر سیلونیکا کے میدانِ آزادی میں کی، اس تقریر میں بھی اُنہوں نے کوشش کی کہ آزادی اور مشروطیت کے مطلب میں قرآن اور شریعت کی تعلیمات اور آداب سمو دیئے جائیں۔ اپنی ایک ایسی ہی مدبرانہ و قائدانہ تقریر میں انہوں نے اپنی راہبری دینی و سیاسی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے کہا: " شرعی قوانین جو حاکمیت ملی کو حلال بنانے کا وثیقہ ہے ہمیں پکار پکار کر دعوت دے رہے ہیں: اے مظلوم اہالیانِ وطن! آئو ہم اس میں شامل ہو جائیں! شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اندر جانے کا پہلا دروازہ دلوں کا اتحاد ہے، دوسرا دروازہ قومی محبت ہے، تیسرا دروازہ تعلیم، چوتھا ان تھک محنت اور پانچواں گناہوں کو خیر باد کہہ دینا ہے۔ خبردار! اے اہالیانِ وطن! فضول خرچی اور شرعاً حرام کردہ لذتوں میں پھنس کر کہیں دوبارہ ظلم و ستم کو زندہ نہ کر بیٹھنا! اے اولادِ وطن! حرّیت کے غلط معنی نہ نکال لینا ، ایسا نہ ہو کہ وہ ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ ہماری متعفن اسیری کو کسی اور پیالے میں ڈال کر ہمیں پلا کر غرق نہ کر دے۔ کیوں کہ آزادی، قوانین کی پاس داری سے شریعت کے ذریعے مؤدب بننے سے اور اعلیٰ اخلاق سے اپنے آپ کو سنوارنے سے زندہ رہتی اور پھلتی پھولتی ہے۔"[11]

اپنے قیام استانبول کے زمانے میں استاد نورسی سماجی وسیاسی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیتے رہے۔ اسی طرح ہر جائز اور مناسب احتجاجی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر شامل ہوتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے فرح تھیٹر میں سر اُٹھانے والے جھگڑے میں، آسٹریا کے مال کا بائیکاٹ کرنے کے سلسلے میں، مزدوروں کے درمیان ہونے والی گڑبڑ میں، مدرسے کے طلباء کے تربیتی جلسوں میں، جمعیتِ اتحاد محمدی کے قیام کے موقع پر، آیاصوفیہ مسجد میں منعقد ہونے والے میلاد میں اور دیگر اس طرح کی تقریبات میں اپنے سیاسی واصلاحی دروس کو جاری رکھا۔

۳۱ مارچ کا واقعہ اور استاد نورسی کی گرفتاری

عوام کے احتجاج اور حریت کی تحریک کو حکومت برداشت نہ کر سکی تو ظلم وجور اور استبدادی دورِ ابتلاء کا آغاز ہوا اور خفیہ اداروں کی مرتب کی ہوئی رپورٹوں میں اسے بغاوت دکھایا گیا۔ نتیجتاً جہاں سلطان عبد الحمید کو تاج و تخت سے محروم ہونا پڑا وہاں بہت سے مظلوموں کی جانیں بھی ضائع ہوئیں۔ استاد نورسی بھی پکڑ دھکڑ کی اس لپیٹ میں آ گئے۔ چونکہ وہ آغازِ ورودِ استانبول ہی سے اسلامی اخلاق وآداب، شریعت اسلامیہ، اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ سنت کی تلقین کرتے چلے آ رہے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ حریت وآزادی کا درس بھی دیتے رہے تھے لہٰذا اس کو حکومت کے ساتھ غداری متصور کرتے ہوئے انہیں گرفتار کر کے فوجی عدالت کے سپرد کر دیا گیا فوجی عدالت نے جس باغ میں ان کے مقدمہ کی سماعت کی اس میں تقریباً پندرہ علماء کرام کی لاشیں درختوں سے لٹک رہی تھیں۔ اس عدالت میں انہوں نے اپنی مدافعت کس طرح کی؟ عدالتی کارروائی کی پوری روئیداد اُن کی اپنی زبانی درج ذیل ہے:

"فوجی عدالت نے مجھ سے سوال کیا: تم بھی شریعت چاہتے تھے؟

میں نے کہا: شریعت کی ایک حقیقت کی خاطر اگر میری ہزار جانیں بھی ہوں تو انہیں قربان کرنے کو تیار ہوں کیوں کہ شریعت سعادت کا وسیلہ ہے، حقیقی انصاف اور فضیلت ہے۔ مگر جس طرح باغی چاہتے تھے اس طرح نہیں۔

---

[11] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۶۴، ۶۳

اُنہوں نے یہ بھی کہا: کیا تم اس اتحادِ محمدی میں شامل ہو؟

میں نے کہا: بڑے فخر کے ساتھ! میں اس کے سب سے نچلے درجے کے افراد میں سے ہوں، مگر اس کی وجہ وہی ہے جو میں نے بیان کر دی ہے۔ جو لوگ اس اتحاد میں شامل نہیں اُن میں بے دین لوگوں کے علاوہ اگر کوئی اور بھی ہے تو مجھے دکھا دیجئے۔

اتحاد محمدی: جس کی میں تعریف کر چکا ہوں اور جس کا میں ممبر ہوں، وہ سلسلہء نور سے مربوط ایک دائرہ ہے جو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے، اس میں شامل ہونے والوں کی تعداد اس وقت تین سو ملین سے زیادہ ہے۔ اس اتحاد کا مشترک نقطہ اور ارتباط توحیدِ الٰہی ہے۔ اس کا عہد وپیمان اور قسم ایمان ہے۔ اس سے متعلقہ افراد ابتداء سے اس میں شامل ہونے والے مومن ہیں۔ اس کے ممبران کی رجسٹریشن کی کتاب لوحِ محفوظ کی طرح ہے۔ اس اتحاد کے افکار کی ناشر عام اسلامی کتب ہیں۔ اس کے روزانہ اخبارات عام اسلامی اخبارات ہیں، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنا ہے۔ اس کے کلب اور انجمنیں، مساجد، دینی مدارس اور ذکر خانے ہیں اور اس کے مرکز حرمین شریفین ہیں۔ ایسی جمعیت کے رئیس فخر عالم ﷺ ہیں اور اس کا مسلک یہ ہے کہ ہر شخص اپنے نفس سے نبرد آزما رہے، اپنے اخلاق کو پیغمبر ﷺ کے اخلاق جیسا بنائے اور اُن کی سنت کے مطابق عمل کرے، دوسروں کے ساتھ محبت کرے اور اگر کوئی حرج نہ ہو تو دوسروں کو بھی یہی کچھ کرنے کی نصیحت کرے۔"[12] یہ عدالتی کارروائیاں متعدد نشستوں میں ہوتی رہیں۔ آخری پیشی کے موقع پر انہوں نے اپنے مدافعتی بیان کو ان الفاظ پر ختم کیا: "یہ حکومت دورِ استبداد میں عقل کی دشمن تھی اور اب یہ زندگی کی دشمن ہے۔ اگر حکومت ایسی ہو تو پھر جنون زندہ باد! موت زندہ باد! ظالموں کے لیے جہنم زندہ باد!۔"[13]

ایسے بیان کے بعد توقع تھی کہ فوجی عدالت انہیں موت کی سزا دیئے بنا نہیں رہے گی لیکن حیرت انگیز طور پر فوجی عدالت نے انہیں باعزت بری کر دیا۔ اپنے بارے میں فوجی عدالت کی طرف سے بے گناہی اور برأت کے فیصلے کے بعد انہوں نے اپنا ایک الوداعی بیان شائع کروایا اور استانبول کو خیر باد کہتے ہوئے وان واپس لوٹ گئے۔

خلاصۂ بحث

استاد بدیع الزماں سعید نورسی نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز بیس برس کی عمر میں اُس وقت کیا تھا جب وہ ماردین کے صوبہ میں قیام پذیر تھے۔ یہاں قیام کے دوران انہوں نے ملک کے سیاسی حالات کا بغور جائزہ لیا تو بعض خرابیوں پر تند و تیز تنقید سے خود کو باز نہ رکھ سکے اور انتہائی بے باکی اور جرأت سے حکومتی کارندوں کو اس پر ٹوکا اور شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ اس پر ماردین کے گورنر نے انہیں اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے دو سپاہیوں کی زیر نگرانی حاکمِ بطلس کے پاس روانہ کر دیا۔ بطلس پہنچ کر یہاں کے گورنر سے استاد نورسی کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے اور وہ جلاوطنی کی صعوبتیں اُٹھانے کے بجائے باعزت طریقے سے گورنر کے گھر میں معزز مہمان کی حیثیت سے قیام پذیر ہو گئے۔ بطلس کے قیام کے زمانہ میں اپنے سیاسی شعور اور حالات حاضرہ سے باخبری کے پیشِ نظر اخبارات کا باقاعدہ مطالعہ کرتے۔ ایک دن ان کے میزبان اور گورنر طاہر پاشا نے اخبار کی ایک اہم خبر کی طرف اُن کی توجہ مبذول کرائی جس سے اُن کے دل میں زبردست انقلابی تحریک پیدا ہوئی۔

---

[12] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ۶۷،۶۶،۶۵

[13] بالجہ، موسم سرما میں نقیب بہار، ، ۶۸